ڈاکٹر محمد اسحاق

مترجم: شاہد حسین رزاقی

حضرت عمرؓ کے عہد میں ہند پر عربوں کے حملے

برعظیم ہند میں عربوں کی حکومت اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں قائم ہوئی، اگر خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے ان مہم جو عربوں کو جنھوں نے ان کے عہد خلافت میں ہند فتح کرنے کے ارادے سے برّی اور بحری حملے کیے تھے اس ملک کو فتح کرنے سے منع نہ کر دیا ہوتا تو شاید یہاں عربوں کی حکومت بہت پہلے قائم ہو گئی ہوتی۔ ہند کو اس وقت فتح نہ کرنے کا فیصلہ حضرت عمرؓ نے بہت اہم اسباب کو ملحوظ رکھ کر کیا تھا جو آگے بیان کیے جائیں گے۔ اور ان حملوں کی نوعیت بھی واضح ہو جائے گی۔

ہند پر عربوں کا پہلا حملہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ۲۳ھ ہجری ۶۴۳ء میں ہوا تھا حکم بن عمر تغلبی کی قیادت میں ایک فوج دریائے سندھ تک پہنچ گئی تھی اور اسی سال ہند کے مغربی ساحل پر بحری حملے بھی کیے گئے تھے لیکن عربوں کے ان حملوں کے نتیجے میں کوئی علاقہ مستقل طور پر فتح نہیں ہوا کیونکہ حضرت عمرؓ کے حکم سے یہ حملے فوری طور پر بند کر دیے گئے۔

برّی حملہ

حضرت عمرؓ نے عتبہ بن غزوان کو جو صحابیِ رسولؐ تھے ۱۴ھ ہجری ۶۳۴ء میں ابلہ (بصرہ) پر حملہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ اسلام کے قدم ارض الہند پر جما دیے جائیں[1] ارض الہند سے حضرت عمرؓ کی مراد غالباً ابلہ تھا کیونکہ اس زمانے میں اسے الہند کہا جاتا تھا[2] اس فتح کے بعد عرب برابر پیش قدمی کرتے رہے اور ۲۳ھ ہجری ۶۴۴ء میں وادیٔ سندھ میں پہنچ گئے۔

---

[1] یاقوت، معجم البلدان۔ مرتبہ وستن فلڈ۔ لائپزگ ۱۸۶۶ء، ج ۱، ص ۶۱۱

[2] طبری، تاریخ الرسل والملوک، لیڈن، ۱۸۹۳ء، ج ۱، ص ۲۳۷۸، ۲۳۸۲

عربوں کو جنگ نہاوند (۲۱ھ - ۶۴۱ء) میں فتح حاصل ہوئی مگر اس سے وہ نہ تو ساسانی شہنشاہیت کے مالک بن گئے اور نہ ایرانی حکومت کا پوری طرح خاتمہ ہوا تاہم اس سے یزدجرد ثالث کے اقتدار پر کاری ضرب لگی، جس سے مرکزی حکومت کمزور ہوگئی اور صوبوں کے حاکم جو مرزبان کہلاتے تھے خود مختار ہوگئے۔ اس امکان کے پیش نظر کہ شاید مفرور شہنشاہ اپنی منتشر قوت پھر جمع کرلے اور جم کر عربوں کا مقابلہ کرے، حضرت عمرؓ نے احنف بن قیس کے مشورہ کے مطابق یہ طے کیا کہ خود مختار صوبوں کو فتح کرکے ساسانی شہنشاہیت کے باقی ماندہ آثار تک مٹا دیے جائیں۔ چنانچہ انھوں نے ۲۱ھ ۶۴۱ء میں ایران میں ہر طرف فوج کشی کرنے کا حکم دیا اور ان حملوں کی قیادت صحابۂ رسولؐ کے تفویض کی۔ اس منصوبے کے تحت خراسان کے خلاف احنف بن قیس۔ اردشیر خرا اور شاہ پور کے خلاف مجاشع بن مسعود السلمی، اصطخر کے خلاف عثمان بن ابی العاص ثقفی، کرمان کے خلاف ساریہ بن جنیم کنعانی، سجستان کے خلاف عاصم بن عمرو التیمی اور مکران کے خلاف حکم بن عمرو التغلبی کی قیادت میں فوجیں روانہ کی گئیں [۳]۔

ہند کے خلاف براہِ راست پہلا حملہ ۲۱ھ - ۶۴۱ء میں کیا گیا۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان جو ایک صحابی تھے، جنگ نہاوند میں نام پیدا کرنے والی فوج کا ایک دستہ لے کر صوبۂ جبال کے جنوب مشرق میں واقع ایک شہر اصفہان پر حملہ آور ہوئے، شہر کے قریب زبردست لڑائی ہوئی جس میں تجربہ کار ایرانی سپہ سالار شہر یار مارا گیا۔ اسی دوران میں ابوموسیٰ اشعری اہواز سے تازہ دم فوج لے کر اصفہان پہنچ گئے۔ ایرانیوں کو مکمل شکست ہوئی۔ پورے صوبے کو عربوں کا زیر حفاظت علاقہ قرار دے کر اصفہان کے مرزبان فاجسفان سے ایک معاہدہ کیا گیا اور مفتوحہ علاقے اسے واپس دے دیئے گئے [۴]۔

اس کے بعد عبداللہ نے صوبہ کرمان کا رخ کیا اور بڑے ریگستان کی بیرونی حدود تک پیش قدمی کرکے سہیل بن عدی کی فوج سے جا ملے جو کرمان فتح کرنے جا رہی تھی اس سے عربوں

---

[۳] - ابن الاثیر، تجرید اسماء الصحابہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۱۵ھ

[۴] - طبری، تاریخ، ج ۱، ص ۲۶۳۷ - ۲۶۳۷

کی طاقت بہت بڑھ گئی اور ۲۳ھ ۶۴۳ء میں انھوں نے کرمان پر حملہ کر دیا۔ یہاں کے باشندوں نے اپنی روایتی بہادری کا ثبوت دیا اور کوہستان قفص کے جفاکش باشندوں کی مدد حاصل کر کے حملہ آوروں کا زبردست مقابلہ کیا لیکن ان کو روک نہ سکے اور آخرکار پسپا ہو گئے۔ عربوں نے اپنی فوج دو حصوں میں تقسیم کر دی۔ ایک کا سپہ سالار ناصر بن عمرو العجلی کو اور دوسری کا عبداللہ کو بنایا گیا اور پسپا ہونے والی فوجوں کا تعاقب کرتے ہوئے عربوں نے سارا علاقہ پامال کر ڈالا۔[۵]

عاصم بن عمرو مشرقی سمت میں پورا ریگستان عبور کر کے سجستان کی طرف بڑھے اور بعد میں عبداللہ بن عمیر بھی اپنی فوج لے کر ان سے آملے۔ عرب سجستان کے حدود میں داخل ہی ہوئے تھے کہ وہاں کے باشندوں نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ عربوں کا مقابلہ کرنا بے فائدہ ہوگا دریائے ہلمند کے بند توڑ دیئے اور سارا علاقہ زیر آب آ گیا۔ لیکن یہ تدبیر بھی بے کار گئی۔ عربوں نے زبردست حملہ کر کے دارالحکومت زرنج پر قبضہ کر لیا جس سے باشندوں کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور وہ صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے چنانچہ ایک معاہدہ ہوا۔ جس میں باقاعدہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا گیا اس شرط پر کہ عرب اس علاقے کی پیداوار پر کوئی دعویٰ نہیں کریں گے۔ عربوں نے اس معاہدہ کی شرطوں پر دیانت داری سے عمل کیا۔

یہ دشوار گذار پہاڑی علاقہ تھا اور عربوں کو فوجی نقل و حمل میں بڑی دشواری ہو رہی تھی غالباً اسی وجہ سے انھوں نے ملک کے اس حصہ میں مزید پیش قدمی نہیں کی اور یہاں سے واپس ہو کر اس فوج سے جا ملے جو مکران کی سرحد پر جمع تھی۔

عرب دریائے سندھ کے کنارے پر

مکران پر حملے کے لیے عربوں نے ایک طاقتور فوج تیار کی جس کی قیادت کئی صحابہ کر رہے تھے۔ مثلاً عاصم بن عمروؓ، الحکم بن عمرو التغلبی، عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان اور سہیل بن عدی، اس وقت مکران پر سندھ کا راجہ راسل حکومت کر رہا تھا۔ راجہ کی فوج میں ہندو جنگجو اور بہت سے ہاتھی شامل تھے۔ راجہ خود اس کی کمان کر رہا تھا اور اس کے ملک (سندھ) سے روزانہ تازہ دم سپاہی آ کر فوج میں شامل ہو رہے تھے۔ مکرانیوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور ان کی مدافعت بظاہر ناقابل شکست

۵۔ ایضاً، ص ۵۔۴، ۲۷

معلوم ہوتی تھی لیکن عربوں کے زبردست ریلے کو روکنا ممکن نہ تھا۔ انھوں نے اتنی تیزی اور شدت سے حملہ کیا کہ ہندیوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ افراتفری کی حالت میں بھاگنے لگے۔ عربوں نے کئی روز تک ان کا تعاقب کیا اور آخر کار سندھی دریا کی دوسری طرف پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ اس طرح زیریں سندھ کی پوری وادی پر عرب قابض ہو گئے[۶]

عرب سپہ سالار الحکم نے ایک صحابی صحار بن العبدی کو اس فتح کی اطلاع دینے کے لیے حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا اور دریائے سندھ کو پار کر کے ہند میں مزید پیش قدمی کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عمرؓ نے صحار سے اس ملک کی کیفیت دریافت کی تو انھوں نے کہا کہ اس کے میدان پہاڑی ہیں۔ پانی کی بڑی دقت ہے، کھجور ادنیٰ قسم کے ہوتے ہیں۔ دشمن بہادر ہیں۔ اس میں خیر بہت ہی کم ہے مگر شر بے انتہا ہے۔ ایک بڑی فوج چھوٹی معلوم ہوتی ہے اور چھوٹی فوج کا خاتمہ ہو جاتے گا۔ اس علاقے کے آگے بدتر حالات کا سامنا ہوگا۔ اس بیان کو سن کر حضرت عمرؓ نے سپہ سالار کو یہ حکم دیا کہ وہ مزید پیش قدمی نہ کریں[۷] چنانچہ فاتح عربوں نے دریائے سندھ پار نہیں کیا۔

فتوحات کا یہ سلسلہ اگرچہ روک دیا گیا لیکن اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ ساحل مکران کے ساتھ ہندوستان تک ایک بڑی راستہ دریافت ہو گیا۔

بحری حملہ

عربوں نے ہند کے خلاف سب سے پہلا جو بحری حملہ کیا وہ تھانہ پر تھا۔ تھانہ موجودہ شہر بمبئی کے قریب ایک بندرگاہ ہے۔ عثمان بن ابی العاص ثقفی ایک صحابی تھے جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں بحرین اور عمان کے والی بنائے گئے تھے۔ انھوں نے اپنے بھائی الحکم بن ابی العاص ثقفی کی سرکردگی میں جو خود بھی صحابی رسولؐ تھے، ہند کے خلاف یہ بحری مہم روانہ کی تھی۔ گجرات کے ساحل پر عربوں کی فوج کے اترنے سے جنوبی ہند میں صحابہ کے ورود کا آغاز ہو گیا تھا اور اسی نوعیت کی بحری مہمیں بروچ کے خلاف اور خلیج دیبل میں بھی روانہ کی گئی تھیں۔ موخر الذکر مہم کے قائد عثمان ثقفی کے ایک اور بھائی مغیرہ بن ابی العاص

---

[۶] ایضاً ص ۲۷۶-۲۷۷

[۷] ایضاً ص ۲۷۰۹

تقفی تھے شہ

حملہ کی تاریخ بلاذری نے، جس نے کہ ہند پر عربوں کے قدیم حملوں کا حال قلم بند کیا ہے، ان حملوں کی تاریخیں تفصیل سے نہیں لکھی ہیں۔ لیکن فتوح البلدان کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہند پر یہ حملے سنہ ۱۴ ہجری ۶۳۶ء میں بحرین اور عمان کی گورنری پر عثمان ثقفی کا تقرر ہونے کے فوراً بعد ہی اس کے ایماء پر کیے گئے تھے۔[۹] ابو مخنف اور المدائنی نے یہ تاریخ ۱۵ھ ۶۳۷ء لکھی ہے۔ چونکہ ان حملوں کی تاریخ بحرین اور عمان کی گورنری پر عثمان ثقفی کے تقرر کی تاریخ سے مشروط کر دی گئی ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے تقرر کی صحیح تاریخ معلوم کی جائے۔

بلاذری کے مذکورہ بالا بیانات درست نہ ہونے کا اندازہ ابن سعد کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے کہ سنہ ۱۶ ہجری یا سنہ ۱۷ ہجری میں بصرہ کی بنیاد رکھی جانے سے قبل عثمان ثقفی کا تبادلہ طائف سے نہیں کیا گیا جہاں ان کو سنہ ۹ ہجری ۶۳۰ء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل مقرر کیا تھا۔ جب نئے شہر بصرہ کے لیے ایک قابل والی کی ضرورت ہوئی تو اس کے لیے عثمان ثقفی کا نام حضرت عمرؓ کے سامنے تجویز کیا گیا۔ مگر انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جس عامل کا تقرر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کا تبادلہ وہ نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ تجویز قبول کرنے کا مطالبہ جاری رہا اور آخر کار حضرت عمرؓ نے اسے منظور کر لیا۔ چنانچہ عثمان ثقفی کو بصرہ بھیج دیا گیا اور ان کی جگہ طائف کا عامل ان کے بھائی الحکم بن ابی العاص ثقفی کو بنایا گیا۔[۱۰] عثمان ثقفی کے تقرر سے متعلق ابو مخنف کا بیان بھی غلط ہے جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ علاء بن حضرمی نے، جن کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ عثمان ثقفی کے بعد بحرین اور عمان کے عامل ہوئے تھے، ابو مخنف کے قول کے مطابق سنہ ۱۴ ہجری یا سنہ ۱۵ ہجری کے اوائل میں وفات نہیں پائی۔ بلکہ طبری کے بیان کے مطابق حضرمی سنہ ۱۶ ہجری میں بحرین اور یمامہ کے عامل تھے سنہ ۱۷ ہجری میں انھوں نے فارس کے خلاف ایک بحری مہم کی

شہ بلاذری، فتوح البلدان، لیڈن ۱۸۶۶ء ص ۴۳۱-۳۲

۹ھ ایضاً، ص ۸۱-۸۷

۱۰ھ ابن سعد، طبقات الکبیر، لیڈن ۱۹۱۵ء ج ۶، ص ۳۶

قیادت کی اور ۱۲ھ ۶۳۳/۳۴ء میں وفات پائی[۱۱]۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قرینِ قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ ۱۴ھ یا ۱۵ھ میں عتبہ بن غزوان کی جگہ علاء کو بصرہ کا عامل بنایا گیا جب کہ غزوان وہاں فوجی عمارتیں تعمیر کرنے کا اہم کام انجام دے رہا تھا۔ غالباً بلاذری کے بیان کو مستند مان کر ہی طبری نے یہ لکھا ہے کہ ۱۴ھ اور ۱۵ھ میں عثمان بحرین کا عامل تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس زمانے میں عمان جو ہند کے خلاف مہموں کا مرکز تھا ایک اور عامل حذیفہ بن محصن کے تحت تھا۔ طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ عثمان ثقفی ۱۶ھ میں طائف کا عامل تھا اس بیان سے ابن سعد کے بیان کی تائید ہوتی ہے۔ مزید برآں بلاذری کے سوا کسی اور مورخ نے یہ نہیں لکھا کہ ۲۳ھ ۶۴۳/۴۴ء سے قبل بحرین اور عمان کے صوبے ایک ہی عامل کے تحت تھے ۱۷ھ میں عثمان کو بصرہ کا عامل مقرر کرنے کے بعد بحرین اور یمامہ بھی اس کے ماتحت کر دیئے گئے، لیکن عمان کا عامل بدستور حذیفہ بن محصن ہی رہا۔ چنانچہ ۱۷ھ سے قبل عثمان کی سرکردگی میں ہند کے خلاف بحری فوج روانہ کرنے کا سوال خارج از بحث ہے[۱۲]

طبری کے بیان کے مطابق عثمان ثقفی بحرین اور دور افتادہ صوبوں یعنی عمان اور یمامہ کا عامل ۲۳ھ ۶۴۳/۴۴ء میں ہوا۔ یہ ایسی تاریخ ہے جو ۲۳ھ تک بحرین کے عاملوں کی مدت عہدہ تاریخ وار ترتیب دے کر بلاذری کی تاریخ سے بھی معلوم کی جا سکتی ہے۔

۲۰ھ میں بحرین کے عامل قدامہ بن مظعون الجمحی کو شراب نوشی کے الزام میں برطرف کر دیا گیا تھا اور اس کی جگہ ابوہریرہ الدوسی عامل مقرر کیا گیا۔ ابوہریرہ اس عہدے پر کافی عرصہ تک رہا اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس نے گھوڑوں کی نسل کشی کے لیے ایک اصطبل قائم کیا تھا جس سے اس کو بارہ ہزار درہم آمدنی ہوئی تھی۔ اس طرح سے دولت جمع کرنا حضرت عمرؓ کے نزدیک بیت المال میں خرد برد کرنا تھا۔ چنانچہ اسی بنا پر ابوہریرہ کو برطرف کر دیا گیا۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے عثمان بن ابی العاص ثقفی کو بحرین اور عمان کا

---

۱۱ - طبری، تاریخ، ج ۱، ص ۲۱۴۸

۱۲ - ایضاً، ۲۷۳۲

عامل مقرر کیا جو حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت اس عہدے پر مامور تھا۔ طبری اور بلاذری کے بیانات میں اس بارے میں کوئی اختلاف یا تضاد نہیں ہے کہ عثمان ثقفی کا تقرر سنہ ۲۳ھ میں کیا گیا تھا اور یہ بات تسلیم کر لینا چاہیے کہ عثمان کو بحرین اور عمان کا عامل مقرر کیے جانے کے فوراً بعد ہی سنہ ۲۳ھ ۶۴۳ء میں ہند کے خلاف مہمیں روانہ کر دی گئیں۔ اس تاریخ کی توثیق چچ نامہ سے بھی ہوتی ہے جو اس بارے میں بلاذری کے بعد اہم ترین ماخذ ہے اور اس میں دیبل پر عربوں کے بحری حملے کی تاریخ حضرت عمرؓ کی شہادت کے فوراً بعد یعنی سنہ ۲۳ھ بیان کی گئی ہے[۱۳۱]

بحری حملوں کے نتائج

عربوں کے حملوں کے ضمن میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ تھانہ پر ان کا بحری حملہ ناکام نہیں رہا بلکہ کامیاب ہوا کیونکہ اگر اس میں ناکامی ہوئی ہوتی تو اس کا نتیجہ عرب حملہ آوروں کی تباہی کی شکل میں نکلتا اور ان میں شاید ہی کوئی زندہ بچتا لیکن ایسا نہیں ہوا وہ کامیاب ہو کر وطن واپس گئے اور ان کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ اس کا ثبوت اس حملہ کے ذمہ دار عثمان ثقفی سے خلیفہ کے خطاب سے ملتا ہے۔ عرب اور آگے نہیں بڑھے اس لیے نہیں کہ وہ کامیاب نہیں ہوئے بلکہ اس لیے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کا سبب معلوم کرنا دشوار نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ ایک عظیم سلطنت کے معمار اور عظیم مدبر کی حیثیت سے تاریخ عالم میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور وہ انسانی جانوں سے کھیلنا پسند نہ کرتے تھے۔ جب وہ کوئی فوج روانہ کرتے تھے تو ان کو سب سے بڑی فکر یہ ہوتی تھی کہ عساکرِ اسلام کو ہر طرح سے برابر کمک پہنچائی جاتی رہے وہ اپنے سپہ سالاروں کو یہ ہدایت دیتے تھے کہ تمام حالات سے ان کو برابر مطلع کرتے رہیں تاکہ وہ ضروری احکام جاری کر سکیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے جو فتوحات حاصل کیں وہ خود سپہ سالاروں کی قابلیت اور جنگی مہارت سے زیادہ اس امر کا نتیجہ تھیں کہ حضرت عمرؓ کے عظیم منصوبوں اور ہدایات پر ان کے سپہ سالار سختی سے عمل کرتے رہے۔ حضرت عمر کسی ایسی مہم کا خطرہ مول نہ لیتے تھے جس کی کمک کے لیے وہ سپاہی اور اسلحہ برابر نہ بھیج سکتے ہوں اور غالباً یہی سبب تھا کہ اپنی زبردست حربی قابلیت کے باوجود وہ بحری حملے کرنے سے احتراز کرتے تھے۔

---

[۱۳۱] چچ نامہ، ترجمہ قلیچ بیگ فریدون بیگ، کراچی ۱۹۰۰، ص ۵۷ - ۵۸

ذیل کے تاریخی واقعات سے اس امر کی وضاحت ہو جائے گی۔

عرب بحری جنگوں میں اپنے ہمسر رومیوں اور ایرانیوں کی طرح تجربہ کار نہ تھے اور یہی سبب ہے کہ ایرانیوں کے خلاف ان کی بحری مہم ناکام ہو گئی تھی بحرین کے ہم جو عامل علاء بن حضرمی نے حضرت عمرؓ کی اجازت حاصل کیے بغیر ۱۷ھ ۶۳۹ء میں یہ بحری حملہ کیا تھا اس میں مسلمان فوج کو بہت نقصان اٹھانا پڑا اور اگر بصرہ سے بروقت کمک نہ پہنچائی گئی ہوتی تو اس سے بھی زیادہ نقصان ہوتا۔[۱۴] اس المناک واقعہ کی وجہ سے عربوں کی بحری لڑائیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے اچھی نہ تھی۔ چنانچہ شام اور مصر کے عامل معاویہ نے جب رومیوں سے بحری جنگ کرنے کے لیے حضرت عمرؓ سے اجازت مانگی تو انھوں نے لکھا کہ بحری حملے میں علاء بن حضرمی کو جو سزا ملی اس سے تم بخوبی واقف ہو۔[۱۵] عرب دوسرے میدانوں میں اس قدر مصروف تھے کہ بحری لڑائی میں مہارت حاصل کرنے کا انھیں اب تک موقعہ ہی نہیں ملا تھا۔

یہ معلوم تھا کہ خلیفہ بحری مہم کی اجازت نہیں دیں گے اور عثمان ثقفی نے خود تمام خطرات مول لے کر سندھ پر بحری حملہ کر دیا تھا لیکن تھانہ پر اس حملے کی کامیابی سے بھی حضرت عمرؓ مطمئن نہیں ہوئے اور انھوں نے عثمان ثقفی کو سخت الفاظ میں سرزنش کی۔[۱۶]

جہاں تک دوسری بحری مہموں کا تعلق ہے دیبل پر حملے کے بارے میں چچ نامہ میں لکھا ہے کہ اس میں عربوں کو ناکامی ہوئی اور ان کا سپہ سالار مغیرہ لڑائی میں مارا گیا۔ لیکن یہ بیان غلط ہے۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ اس مہم کا سردار مغیرہ ۲۹ھ ۶۵۰ء تک زندہ تھا۔ کیونکہ مغیرہ کے بھائی عثمان ثقفی نے اسی سال بصرہ میں دریائے فرات کے کنارے شط عثمان میں اس کو زمین کا ایک ٹکڑا دیا تھا جس پر اس نے مکان تعمیر کیا تھا اور اس مکان کا نام مغیرتان رکھا تھا۔[۱۷] چنانچہ بلاذری کا یہ بیان درست معلوم ہوتا ہے کہ مغیرہ کو اس بحری جنگ میں کامیابی ہوئی تھی۔

۱۴؎ طبری، تاریخ، ج ۱، ص ۲۵۴۸-۴۹ ۱۵؎ ایضاً، ص ۲۸۲۴

۱۶؎ بلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۳۲

۱۷؎ یاقوت، معجم البلدان، ج ۳، ص ۹۱-۲۹۰